عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
شعبان ۱۴۳۹ھ / مئی ۲۰۱۸ء

Reg No. P476

جلد: شش دھم

شمارہ: ۹

فہرست

فی شمارہ : -/20 روپے

سالانہ بدل اشتراک : -/250 روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

رسالہ جاری کروانے اور بذریعہ موبائل ترسیلِ زر کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں 0313 979 2537

تمام گزشتہ شمارے ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

physiologist72@hotmail.com | www.darwaish.org | akhun82@gmail.com

تبصرۂ کتب

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

نامِ کتاب: **فیضانِ حقانی**

مؤلف: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم

تصنیف وتالیف اشاعتِ دین کا ایک اہم شعبہ ہے۔ کتاب ایک لازوال تحفہ ہے جو سالہا سال اپنی اصلی حالت میں رہتی ہے اور صرف افراد نہیں بلکہ نسلوں کے ہاتھوں سے گزرتی ہے، اور جس کو بھی غور سے پڑھنے کا موقع مل جائے اس کی شخصیت کو متأثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ امت مسلمہ میں سے کچھ حضرات کو اس شعبہ میں بھرپور کارکردگی کی توفیق ملی۔ انہی میں ہمارے محترم ومکرم ومخدوم جناب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب بھی ہیں۔ ان کی تصانیف کا ایک حصہ درس نظامی میں چالو کتابوں کی شروح کی شکل میں ہے جو مدارس کے طلباء واساتذہ کے لئے بہترین رہنمائی کا سامان ہے۔ مختلف اکابر کی سوانح عمریاں جو انھوں نے انتہائی دلچسپ اور مؤثر انداز میں اردو زبان کے مثالی ادیبانہ انداز میں لکھی ہیں جو علماء طلباء اور جدید پڑھے لکھے ڈاکٹروں انجینئروں، پرفیسروں اور وکلاء کے لئے یکساں مفید ہیں۔ کتاب فیضانِ حقانی میں حضرت موصوف کی گزشتہ تقریباً نصف صدی کے تصنیفی دور کا پورا جائزہ آگیا۔ اس ضمن میں ہم حضرت عبدالقیوم حقانی صاحب کے سارے مداح، جناب حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے دریا کو کوزے میں بند کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔

نامِ کتاب: **لبیک اللّٰہم**

مؤلفہ: محترمہ آمنہ عبدالشکور بنت ڈاکٹر عبدالشکور عظیم صاحب

لبیک اللّٰہم کے عنوان سے گئی کتاب بندہ کے سامنے ہے۔ یہ محترم ومکرم جناب ڈاکٹر

عبدالشکور عظیم صاحب کی دختر نیک اختر آمنہ عبدالشکور کی لکھی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس مبارک بچی کو اپنے والدین کے ساتھ عمرہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ہونہار بچی نے سارے سفر کی روئیداد بہت مؤثر انداز میں لکھ ڈالی۔حرمین شریفین کے اہم مقامات کا بہترین تعارف اور تبصرہ ہے۔سیرت کے کئی دلچسپ مضامین کتاب میں آ گئے ہیں۔کاغذ انتہائی نفیس، چھپائی بہت اعلیٰ اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والے مختلف مناظر کی دلکش تصاویر ہیں، جن میں انسانی تصاویر کے واضح خط وخال لانے سے پوری پرہیز کی گئی ہے۔

کتاب سب کے مطالعے کے لئے انتہائی پرکشش ہے اور اس عمر کے بچے، بچیوں کے لئے تو ایک نایاب سوغات ہے۔یہ ہمارے ڈاکٹر عبدالشکور صاحب کی تربیت کا کارنامہ ہے جنھوں نے میڈیکل پروفیشن میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اپنی صلاحیتوں کو صرف علاج معالجے تک محدود نہیں رکھا بلکہ رضائے الٰہی کے لئے بچوں کی دینی تربیت، اکابر امت کے ساتھ گہرا رابطہ اور اشاعت دین جیسے اہم کاموں میں خوب فکر اور قربانی کے ساتھ حصہ لیا۔اللہ آمنہ کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور آمنہ اور ان کے والدین کے لئے دارین کے فیوض و برکات کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

(صفحہ ۳۱ سے آگے)

دو مساجد ہیں۔مدرسہ کے علماء سے ملاقات ہوئی۔صبح کا ناشتہ باقی وفود کو تو مدرسے میں دیا گیا لیکن حضرت مولانا صاحبؒ اور خدام کو مع دیگر مشائخ کے حضرت شیخؒ کے کچے گھر میں دیا گیا۔ ہجرت مدینہ سے پہلے ساری عمر حضرت شیخؒ کا اس مکان میں قیام رہا۔ بعد نماز فجر ہم پہنچ گئے۔ اشراق تک حاضرین جہری ذکر میں مصروف رہے۔بتایا گیا کہ مدینہ منورہ مدرسہ شرعیہ میں حضرت شیخؒ کے ہاں بھی اسی طرح بعد فجر تا اشراق ذکرِ جہری ہوتا ہے۔یہ تقریباً ایک مہینے کا سفر اختتام پذیر ہوا اور پاکستان واپسی ہوئی۔

ملفوظاتِ شیخ ۔ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہ (قسط۔۹۵)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب، پشاور)

حدیث اور سنت میں فرق:

فرمایا کہ قرآن پاک کی تشریح کا حق اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو دیا ہے اور اس کے بعد پھر تفکر کی گنجائش چھوڑی ہے۔اس سے آگے **لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن** میں ائمہ مجتہدین آجاتے ہیں۔تو قرآن نازل ہوا اللہ کی طرف سے،تشریح اس کی کرنی ہے حضور ﷺ نے،اس تشریح کے امین صحابہ کرامؓ ہیں اور ائمہ مجتہدین کو مزید غور وفکر کرنے کی گنجائش دی گئی ہے، ان کو اجتہاد کی گنجائش دی گئی۔حضور ﷺ کی تشریح حدیث کی شکل میں ہے اور حدیث کے امین صحابہ کرامؓ ہیں۔اب وہ حدیث کیا معنی رکھتی ہے اور اس پر عمل کیسے کرنا ہے اس بات کے امین صحابہ کرامؓ ہیں۔امین صفدر اوکاڑوی صاحب کی ایک تحریر ہے''حدیث اور سنت میں فرق''۔دونوں میں کیا فرق ہے؟ سنت ''معمول بہا'' ہوتی ہے یعنی کئی حدیثوں میں سے ایک پر عمل ہو رہا ہوتا ہے جب کہ باقی حدیثوں پر عمل نہیں ہو رہا ہوتا۔مثلاً حضور ﷺ نے کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے، یہ روایت بخاری شریف میں موجود ہے لیکن یہ سنت نہیں حدیث ہے،سنت تو بیٹھ کر پیشاب کرنا ہے۔حدیث میں کوئی تاویل ہوتی ہے یا کسی ایک موقع کی بات ہوتی ہے، وہ معمول بہا نہیں ہوتی جبکہ سنت معمول بہا ہے۔اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا: **''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ''**، یہ نہیں فرمایا کہ علیکم بالحدیث۔بلکہ ''علیکم بسنتی و سنت خلفاء الراشدین المھدیین.'' یعنی تمہارے لئے ضروری ہے میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت۔خلفائے راشدین کون ہیں؟ سارے صحابہ کرامؓ خلفائے راشدین ہیں۔صرف چار کو حکومت میں آنے کا موقع ملا ہے ورنہ سارے کے سارے خلفائے راشدین ہیں اور دین کو پہنچانے کے لحاظ سے

حضور ﷺ کے نمائندہ ہیں۔

سنت وہ ہے کہ اگر ایک مسئلہ کے بارے میں دس حدیثیں آئی ہیں تو ان میں سے عمل کے طور پر صحابہ کرامؓ نے کس کو لیا، مثلاً وتروں کے بارے میں دس حدیثیں آئی ہیں، ان میں سے تین کی شکل میں ایک گروہ نے لیا ہے اور ایک کی شکل میں دوسرے گروہ نے لیا ہے۔ لہٰذا دونوں سنتیں ہوگئیں کیونکہ دونوں کو صحابہ کرامؓ کی تائید حاصل ہوگئی۔ سب کی خدمت میں یہ بات عرض ہے کہ آج کل عام طور پر غیر مقلدین کی سطحی بحثوں کو سن کر ان پر عمل نہ کیا کریں۔

دھیان و یادداشت:

فرمایا کہ ولایت کا دروازہ تو دھیان اور یادداشت سے ہی کھل جاتا ہے۔ جب یہ دھیان حاصل ہوگیا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو ولایت کا پہلا قدم ہو جاتا ہے۔ جب سالک اس جگہ تک پہنچ گیا کہ اسے یہ دھیان حاصل ہوگیا کہ اللہ مجھے ہر جگہ دیکھ رہا ہے، مسجد میں دیکھ رہا ہے، دوکان میں دیکھ رہا ہے، تولتے ہوئے دیکھ رہا ہے، بولتے ہوئے دیکھ رہا ہے، ہر جگہ جب یہ احساس اور دھیان شروع ہو جائے تو اس کے قدم ولایت کے دروازے سے داخل ہوگئے، اب یہ آگے ترقی کرے گا۔ تو پہلی چیز دھیان ہے، اس کے بعد مشاہدہ ہے اور مشاہدے کے ساتھ چاہت و محبت کا جذبہ ہے جو دل کو ذاتِ ذوالجلال کی طرف کھینچتا ہے۔ مشاہدۂ بعیدہ شہداء کا ہوتا ہے، مشاہدۂ قریبہ صدیقین کا ہوتا ہے اور پھر مشاہدۂ عینی ہے، جس میں کوئی کمی نہیں رہ جاتی، یہ انبیاء کا ہوتا ہے۔

سچ بات ہے کہ ہم ذرا نماز کی پابندی کرلیں اور اشراق تک بیٹھنا شروع کردیں یا تہجد پڑھنا شروع کردیں تو بس پھر کسی کو بھی اپنی دُم کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے، اس قدر ہم میں مستی اور کبر آجاتا ہے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے: ”گناہ پر استغفار نیکی پر اسکتبار سے افضل ہے“۔ انسان سے گناہ ہو جائے تو ٹوٹ پھوٹ جائے اور کہے کہ یا اللہ مجھ

سے تو بڑا گناہ ہوگیا، مجھے معاف کر دے تو یہ اس شخص سے افضل ہے کہ اس نے تہجد پڑھی اور سر اٹھا کر گردن ٹیڑھی کی اور خیال کیا کہ میں بزرگ ہوں یا میں عالم ہوں یا میں اہلِ تصوف ہوں یا میں تہجد گزار ہوں۔

محبتِ طبعی، محبتِ عقلی اور محبتِ شرعی:

فرمایا کہ کیفیتِ محبت جب سوز و گداز، رونے دھونے اور گریہ وصیحہ کی شکل میں ہو تو محبتِ طبعی کہلاتی ہے۔ اس محبتِ طبعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں کا مکمل لحاظ اور شریعت کا مکمل اتباع ہو تو یہ محبتِ طبعی، محبتِ شرعی ہے ورنہ نری کیفیت ہے۔ اگر یہ محبت ان کیفیات کے ساتھ محسوس نہ ہوتی ہو لیکن سالک (اللہ کی طرف راہ چلنے والا) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تابعداری اور اتباع میں انتہائی محتاط ہو جائے تو یہ محبتِ عقلی ہے۔ یہ محبتِ عقلی بھی محبتِ طبعی، جس میں اتباع ہو، کی طرح ہے اور اس کے ہم پلہ ہے۔ پہلے بزرگوں نے مثال بیان کی ہے کہ پانی کی ایک طلب پیاسے کو ہے جسے وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور گرمی میں ٹھنڈا پانی ملنے پر اس سے خوب لطف اٹھاتا ہے۔ اسی طرح پانی کی ایک محبت زمیندار اور کسان کو فصل کے لئے ہوتی ہے جسے پیاس کی کیفیت کی طرح وہ اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ ایسے ہی بارش برس کر جب فصل سیراب ہو جائے تو ٹھنڈے پانے کے پینے کی طرح راحت بھی محسوس نہیں کرتا۔ البتہ ایک عقلی خوشی کی کیفیت محسوس کرتا ہے لیکن پانی کی یہ عقلی محبت اور چاہت اور عقلی خوشی طبعی کیفیت سے کسی صورت میں کم نہیں۔ مشاہدے والے سالک کو محبتِ طبعی، محبتِ عقلی اور محبتِ شرعی کی کیفیتوں سے ہمکنار کرنا تصوف کی اونچی منزلیں ہیں۔ یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہوتی، اس کے لئے تو آتے جاتے، آتے جاتے رہو گے تو کچھ حاصل ہوگا، جیسے کہ خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ لینے کے بعد بندہ آتا جاتا ہے پانچ سال تک، پڑھائیاں کرتا ہے، ٹیسٹ دیتا ہے، امتحان دیتا ہے، پھر عملی ٹریننگ کرتا ہے یہاں تک کہ چھ سال بعد جا کر اس قابل ہوتا ہے کہ انجکشن لگا سکتا ہے۔

صوفی نہ شود صافی تا در نہ کشد جامے

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

(ترجمہ) صوفی اس وقت تک صاف نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت کا جام نہ پی لے۔ یہ بہت طویل سفر ہے، اس کے بعد کہیں جا کر کچی چیز پکی ہوتی ہے۔

واقعی جہاں دل لگ گیا، جس کو دل دے دیا، بس یہ تو اسی کا ہو گیا۔ اس کی بات ماننا، اس کے لئے مشکلات برداشت کرنا، قربانیاں دینا بلکہ جان تک لٹا دینا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ یہ محبت تو دل میں ایک آگ جلا کے چھوڑ دیتی ہے جس کے نتیجے میں اندر سے آہ و بکا اور ہوک کی کیفیت اٹھتی ہے۔ احیاء العلوم میں اس سوز و گداز اور گریہ وزاری کے عجیب تذکرے موجود ہیں جن کے پڑھنے میں اتنا لطف ہے تو ان کے کرنے والوں نے کیا مزے لُوٹے ہوں گے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اور امت کے تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور کے لوگوں کی قربانیاں اور خوشی خوشی جانیں قربان کرنے کے واقعات اس کا عملی ثبوت ہیں۔

توحید، اجزاء اور اعمالِ ایمانی:

فرمایا کہ ایک توحید معلوماتی ہے اور ایک تحصیلی ہے۔ اپنے کتابچے ''اصلاحِ نفس'' میں ایک عام آدمی کے طور پر اپنے سمجھنے کے لئے میں نے یہ دو اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ معلوماتی توحید یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو، اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ مانو، اس کی طرح کسی کی عبادت نہ کرو، توحیدِ ذاتی، توحیدِ صفاتی، توحیدِ افعالی، یہ سب معلوماتی توحید ہے۔ تحصیلی توحید یہ ہے کہ تیرے دل سے غیر اللہ کا خوف، شوق، محبت، ڈر نکل جائے اور تیرے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت، تعلق اور اس کی نسبت پیدا ہو جائے۔ جب انسان مجاہدات کرتا ہے تب کہیں جا کر یہ چیزیں انسان کے دل میں جڑ پکڑتی ہیں۔ اس میں بہت وقت لگتا ہے۔ اسی لئے محققین مشائخ پہلے اپنے مرید کی توحید پکی کرتے ہیں۔ لوگ حج کرتے ہیں، عمرے کرتے ہیں، ڈاڑھیاں رکھ

لیتے ہیں، عمامے باندھ لیتے ہیں اور پھر بھی بجلی چوری کرتے ہیں۔ یہ میں چاروں طرف دیکھ رہا ہوں۔ پھر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں تبلیغ کا یا کسی کا مخالف ہوں۔ اگر ثنا بیان کی جائے تو اسے نہیں دیکھتے، ایک تنقید پر کہتے ہیں کہ ہمارے کام کا مخالف ہے۔ میں نے پشاور سے ذرا باہر گھر اور خانقاہ بنائی ہے۔ گاؤں کا ماحول ہے، ہمارے محلے والے کہتے ہیں کہ یہاں کے تبلیغ کے امیر صاحبان کی بجلی چوری کی ہے، وہ ہمیں کہتے ہیں کہ آؤ ہماری بات سنو، ہم کہتے ہیں کہ ہم آپ کی بات کیا سنیں، آپ کی تو بجلی ہی چوری کی ہے، تو کہتے ہیں کہ دفعہ کرو، اس مسئلے کو جانے دو، بس ہماری بات سنو! یہ تو توحید اور ایمان کی بات ہے۔

توحید ذاتی، صفاتی، افعالی، اللہ کو ایک ماننا، اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ ماننا، عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ کرنا، یہ توحید ہے اور یہ ایمان کا اعظم ستون ہے۔ پھر اس کے علاوہ کچھ اجزائے ایمان ہیں اور کچھ ایمانی اعمال ہیں۔ دیانت، امانت، صداقت، حیاء، طہارت، یہ اجزائے ایمانی ہیں۔ کسی کو شطر الایمان کہا گیا، کسی کو جزو الایمان کہا گیا، کسی کو نصف الایمان کہا گیا، یہ سب اجزائے ایمانی ہیں۔ جب اجزائے ایمانی ٹھیک نہ ہوں تو انسان حج عمرے کرلے، ڈاڑھی ناف تک لمبی کرلے، ساری رات تہجد پڑھے، سارا دن روزہ رکھے، اس کا کوئی فرض، واجب، سنت عمل بھی خدا کے دربار میں قبول نہیں ہے، کیونکہ اس کے پاس اعمالِ ایمانی تو ہیں پر اجزائے ایمانی نہیں ہیں۔ یہ کل انتالیس (۳۹) اجزاء ہیں جن پر میں نے کتاب لکھوائی ہے۔ اس نے حج کرلیا پر قبول نہیں ہے کیونکہ یہاں بجلی چوری کر رہا ہے، عمرہ کرلیا بلکہ پورے خاندان کو لے گیا کہ مال بہت کما لیا تھا، پر عمرہ قبول نہیں ہے کیونکہ دکان میں جھوٹ بولتا ہے، جب اس میں صداقت ہی نہیں ہے تو اس کا عمل قبول نہیں۔ افسر ہے اور ایک کا حق دوسرے کو دے رہا ہے تو اس کا عمل قبول نہیں ہے، کیونکہ اس میں دیانت نہیں ہے۔ یہ اجزائے ایمانی ہیں۔ اجزائے ایمانی ناقص ہوں تو آدمی کا ایمان ناقص ہوتا ہے۔ اس کے سارے مراقبے، چلّے

اوراعمال حبآء منثورا ہو گئے، یہ ضائع ہو گئے، اُڑ گئے، گرد بن گئے، کچھ بھی نہ رہے۔ یہ بڑی سمجھنے کی بات ہے۔

قربانی میں احتیاط:

فرمایا کہ قربانی میں حصہ ڈالتے وقت خاص طور سے یہ احتیاط بھی کرنی ہوتی ہے کہ قربانی میں شریک افراد میں سے کوئی حرام کمائی یا حرام آمدنی والا نہ ہو، یا خراب عقائد والا نہ ہو۔ یعنی آدمی نماز تو پڑھتا ہے، حج عمرہ بھی کرتا ہے لیکن اس کے عقائد درست نہ ہوں، اس کے عقائد غامدی کے ہوں، اس کے عقائد پرویزیوں کے ہوں، اس کے عقائد قادیانیوں کے ہوں، اس کے عقائد الہدیٰ والوں کے ہوں، اس کے عقائد عثمانی گروپ کے ہوں، تو اس کا اسلام تو ثابت ہی نہ ہوا۔ اسی طرح سے یہ بھی احتیاط کریں کہ آدمی شیعہ نہ ہو۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ قربانی میں حصہ دار کیا تو اس کی اپنی قربانی بھی خراب ہو گئی۔

حنفی فقہ کی بنیاد:

فرمایا کہ حنفی فقہ کی بنیاد حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کے فیصلوں پر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ انہی دو صحابہ کرامؓ کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں۔ فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر ثانوی طور پر ہے اور بنیادی طور پر یہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا فقہ ہے۔ اس کے علاوہ جو کہا گیا ہے کہ اصحابی کا النجوم بایکم اقتدیتم اھتدیتم (میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے) اگر کسی مسئلے میں ایک صحابی کا ایک طریقہ ہو اور دوسرے کا دوسرا تو دونوں حق ہیں۔ ایک آدمی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا کہ آپ تین وتر پڑھتے ہیں جب کہ امیر معاویہؓ ایک وتر پڑھتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ وہ بھی مجتہد ہیں، وہ جس بات پر چل رہے ہیں وہ بھی فتویٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو بھی مجتہد مانا ہے۔ وہ اہم لوگ جن کی بات فیصلہ کن ہے ان میں حضرت عمر فاروقؓ ہیں اور اسی

طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ علمی لحاظ سے ان شخصیات میں سے ہیں جن کی باتیں فیصلہ کن ہیں۔

زندگی کی حقیقت:

فرمایا کہ زندگی بہت ہی مختصر ہے۔ ہماری عمر میں آدمیوں کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ کھانا صحیح ہضم نہیں کر سکتا، خاص طور سے مرغن اور روسٹ قسم کے کھانے۔ ایک امتحان کے دوران سرکاری کھانے آرہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے معاف رکھو، مگر انھوں نے بہت اصرار سے کہا کہ کھانا پڑے گا۔ اس کھانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ پورے پندرہ دن تک میں بیمار رہا۔ تو اس عمر میں آدمی کھانوں کے ذائقوں سے فارغ ہو جاتا ہے، سارے ذائقوں سے نکل جاتا ہے۔ پھر آخر میں تو اس قدر معذور ہو جاتا ہے کہ خود اس کا اپنا دل چاہتا ہے کہ یا اللہ! اب مجھے موت کا تحفہ عطا فرمادے تاکہ ان مصیبتوں سے میں بھی چھوٹ جاؤں اور میری وجہ سے میرے گردوپیش کے لوگ بھی چھوٹ جائیں۔ زندگی بہت مختصر ہے، بہت ہی مختصر!

بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

حقیقتِ کعبہ:

فرمایا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک بزرگ گئے تو اُنھوں نے بیت اللہ شریف کو وہاں پر نہ پایا۔ انھوں نے سوال کیا کہ میں بیت اللہ شریف کو یہاں پر نہیں پا رہا ہوں۔ جواب ملا کہ ایک بوڑھی عورت آرہی ہے اور بیت اللہ اس کے استقبال کو گیا ہوا ہے۔ ان کو بڑی حیرت ہوئی پھر پتہ چلا کہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا تشریف لا رہی ہیں۔ (جب عقل ماری جاتی ہے اور فہم ختم ہو جاتا ہے تو پھر آدمی ایسی اول فول باتیں کرتا ہے کہ کعبہ تو وہاں پر موجود تھا، سب لوگ دیکھ رہے تھے اور نعوذ باللہ یہ ایسی بات کہتے ہیں کہ کعبہ وہاں نہیں تھا!) ہمارے حضرت مولانا اشرف

سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صورتِ کعبہ تو وہیں پر تھی، یہ تذکرہ حقیقتِ کعبہ کا ہے۔ حقیقتِ کعبہ تو وہ انوارات اور تجلیات ہیں جن کا اس مقام پر نزول ہوتا ہے اور حقیقتِ کعبہ تو قلب کا وہ تعلق ہے جو ذاتِ ذوالجلال کے ساتھ ہے، جس کے لیے یہ محل، یہ جگہ بنادی گئی ہے کہ رُخ یہ ہے، جگہ یہ ہے، بس اس کی جانب رخ کرنا ہے۔ یعنی حقیقتِ کعبہ ذاتِ ذوالجلال کے ساتھ جڑ جانا ہے، کہ دل سے ساری مخلوق کا رعب نکل گیا، ساری مخلوق کا خوف نکل گیا، ساری مخلوق کی محبت نکلی ہوئی اور بس فقط اللہ پاک کی محبت، اللہ پاک کے رعب، اللہ پاک کے خوف میں آیا ہوا، اللہ پاک کی محبت چھائی ہوئی اور سمائی ہوئی۔ یہ حقائق ہیں، یہ حقیقتِ کعبہ ہے جو قلب میں داخل ہوتی ہے، اور اس بات کے لیے اجتماع یعنی جمع ہونے کی ایک جگہ اور ایک رخ متعین کردیا گیا۔ اس لیے قربِ قیامت میں حقیقتِ کعبہ پہلے اٹھ جائے گی پھر عمارت کعبہ کو اٹھا دیا جائے گا۔ لوگوں کا اللہ کی ذات کے ساتھ جو تعلق تھا اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(جاری ہے)

(صفحہ ۲۱ سے آگے)

کمپنی کے نام کے ساتھ اس ملک کا نام لکھتے ہیں جس ملک میں انھوں نے ان مصنوعات کے بنانے کا کارخانہ لگایا ہو۔ مثلاً لکھا جائے پراکٹر اینڈ گیمبل پاکستان، ادھر کمپنی پراکٹر این گیمبل ملٹی نیشنل ہی ہے لیکن چونکہ کارخانہ پاکستان میں لگا ہے اس لئے انھوں نے کمپنی کے نام کے ساتھ پاکستان کا اضافہ کردیا۔ یہاں کمپنی کے نام کو پہچان کر مقاطعہ کرنا چاہئے۔

پشاور والے ساتھیوں کو اللہ نے کارخانوں مارکیٹ جیسی جگہ دی ہے جہاں ہر قسم کی غیر ملکی مصنوعات کا اسلامی ممالک کا نعم البدل موجود ہے۔ اکثر ترکی، ملائشیاء اور انڈونیشیاء کی مصنوعات تو ہر قسم کی ضروریات زندگی کی موجود ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

امتِ مسلمہ میں معاشی بصیرت کا فقدان

(علی آفتاب، پشاور)

بندہ کے کچھ خیالات و تجربات ہیں غیر ملکی حربی کفار کی مصنوعات کے استعمال کے حوالے سے۔ آخر میں ضروری اشیاء کی فہرست اور متبادل اور ملکی مصنوعات کے نام ہیں۔ بندہ کو ڈر ہے کہ یہ معلومات آپ کو پسند آگئیں تو آپ رسالہ میں شائع کر دیں گے۔ یہ کسی کو متاثر کرنے کی نیت سے نہیں لکھ رہا، مالک کی رضا اور آپ کا دل خوش کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں۔ آپ کا دل خوش ہونے سے بندہ کو باطنی فائدہ ہوگا۔ شائع کرنے سے اس لئے ڈر لگتا ہے کہ نفس میں رذائل کی بھرمار ہے اور اگر کسی نے میری تعریف کی تو ان سے اور نفس پھولے گا۔

۱۔ سلسلے کے ایک ساتھی کو میں نے ایک غیر ملکی چیز استعمال کرنے سے منع کیا تو اس نے جواب دیا کہ اب تو گھر والے خرید چکے ہیں اور پیسے کمپنی کو پہنچ چکے ہیں، اب تو میں اس کو استعمال کر سکتا ہوں۔ اس پر بندہ نے اپنا واقعہ اس کو سنایا کہ چند سال پہلے میرے گھر والے جوس کے ڈبّے لائے، وہ ایک ڈبہ کھولتے، بندہ بھی پی لیتا کہ اب تو خریدا جا چکا ہے، اسی طرح کچھ عرصے میں جب وہ سارے ڈبے ختم ہوئے تو بندہ کو اندازہ ہوا کہ اگر نہ پیتا تو گھر والوں کو ایک ڈبہ کم خریدنا پڑتا، یعنی ایک ڈبے کا فائدہ کمپنی کو بندہ کی طرف سے ہوا، اگرچہ مختلف ڈبوں میں ایک ایک گلاس پیا، اسے management accounting and Cost میں Replacement Cost کہتے ہے۔ لہٰذا بندہ کمپنی کی فروخت بڑھانے کا ذریعہ بنا۔ جب غلطی سمجھ آئی تو کئی سالوں سے یہ بات چھوڑ دی۔ بہت لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں۔

۲۔ سلسلے کے ایک ساتھی نے کہا کہ دوستوں کی طرف سے ٹھنڈے مشروبات (Cold Drink) یا ملازمت کی جگہ سے غیر ملکی مصنوعات مل جائیں پھر تو استعمال کر سکتا ہوں؟ بندہ نے

جواب دیا کہ بات یہ نہیں کہ کس کے پیسے ہیں، اصل مقصد تو ان کمپنیوں کو منافع نہ دینا ہے۔ بندہ نے مشورہ دیا کہ آپ تھوڑی ہمت کر کے دوستوں کو منتخب نہ کرنے دیں بلکہ خود پہل کر کے ملکی یا اسلامی نعم البدل تلاش کر کے ان کو خریدنے کے لئے کہیں۔ اگر کوئی چیز وہ پہلے سے خرید چکے ہیں اور آپ کو دیں تو آپ ان سے لیکر کسی قریبی دکاندار کو کم قیمت پر واپس کر دیں۔ اس طرح یہ منافع کمپنی کو واپس ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر یہ اضافی کاٹن جس پر پیسے خرچ کئے گئے ہیں دکاندار کو نہ دیا جاتا تو وہ ایک اور کاٹن منگواتا جس کی جگہ اب اس کاٹن نے پوری کر دی۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے آپ کو دیگر لوگوں سمیت McDonalds ریستوران میں دعوت دی ہے تو آپ یہ نہ سوچیے کہ وہ تو خرچہ کرے گا ہی، چلو، چلے جاؤ۔ آپ کے نہ جانے سے نہ صرف یہ کہ اس کا کم از کم ایک ہزار روپیہ کم خرچ ہوگا جس سے اس کمپنی کا فائدہ کم ہوگا، بلکہ اس مقاطعے (Boycott) سے ان پر یہ بات کھلے گی کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس میں کچھ گڑبڑ ہے۔

۳۔ بعض لوگ یہ بہانہ بھی بنا لیتے ہیں کہ یہ کمپنیاں ٹیکس بھی دیتی ہیں اور مقامی لوگوں کو ملازمت بھی مہیا کرتی ہیں جس سے ہمارے ملک کو فائدہ ہو رہا ہے، اس کے تین جواب ہیں۔

پہلی بات، ملک کو جو یہ کمپنیاں ٹیکس دیتی ہیں اور عوام کو ملازمتیں مہیا کرتی ہیں یہ پیسے یہ لوگ اپنے ملکوں سے نہیں لاتے بلکہ آپ ہی کی جیب سے نکال کر تھوڑے سے آپ کو واپس دے کر باقی اپنے ممالک لے جاتے ہیں اور ہمارے خلاف بھی استعمال کرتے ہیں۔ تھوڑے سے حصے میں سے یہ کمپنیاں تنخواہیں بھی نکالتی ہیں، کارخانوں کے دیگر اخراجات اور ٹیکس بھی دیتی ہیں، اشتہارات پر بھی لگاتی ہیں جبکہ اکثری حصہ اپنے ممالک میں منتقل کر لیتی ہیں۔ اس طرح ہماری ملکی معیشت پر بوجھ پڑتا ہے۔ اکنامکس کی زبان میں خام نفع (Gross Profit) میں سے بہت کم پیسہ یہ لوگ ملکی ٹیکس اور ملازمین کی تنخواہوں میں لگاتے ہیں جبکہ اکثری حصہ بشکل صافی نفع (Net Profit) یہ لوگ خود لے جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کیا ان کے مقابلے میں مقامی

کمپنیاں ٹیکس نہیں دیتیں یا ملازمتیں نہیں مہیا کرتیں؟ اگر ملکی پیداوار کو استعمال کیا جائے تو مقامی کمپنیوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور مقامی صنعت کے بہتر ہونے سے روزگار کے مزید بہتر مواقع ملیں گے اور کچھ عرصے میں مقامی کمپنیاں ان بین الاقوامی کمپنیوں کی خلا کو پر کرلیں گی۔ تیسری بات یہ کہ فرض کریں ملک کو ان سے بہت فائدہ ہو رہا ہے تو یہ ایسی بات ہوئی کہ کسی نے اپنا ایک گھر پڑوس میں کسی کو کرایہ پر دے رکھا ہے، وہ شخص کرایہ تو دے رہا ہے لیکن ساتھ ساتھ مالک کو بے عزت بھی کر رہا ہے اور وہ آپ کے خاندان والوں کی پٹائی بھی کر رہا ہے اور کسی کو ان میں سے قتل بھی کر دیا ہے اور آپ پھر بھی مطمئن ہیں کہ کرایہ آرہا ہے اور فائدہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح ان کمپنیوں سے جو ہمیں فائدہ نظر آرہا ہے اس کے آسیب نما فائدے سے زیادہ وہ عالم اسلام کو جانی، مالی اور دینی نقصانات پہنچا رہے ہیں۔

قومی مصنوعات کی فہرست تیار کر کے ان کو تلاش کیا جائے۔ بعض قومی مصنوعات ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتیں لہٰذا جب اور جہاں ملیں زیادہ مقدار میں خریدنی چاہئیں۔ اس سے نہ صرف دوکاندار کو ان چیزوں کے زیادہ مقدار میں رکھنے کی فکر لاحق ہوگی بلکہ خریدار جلد ختم ہونے پر جلد بازی میں غلط مصنوعات نہیں خریدے گا۔

بندہ پاکستانی صابن استعمال کرتا ہے اور جب زیادہ مقدار میں خرید کر لائے تو گھر والے بھی اپنے صابن (جو کہ مسلم دشمن ممالک کا ہوتا ہے) ختم ہونے پر بندہ کے صابن استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے غیر ملکی اشیاء کی خریداری میں مزید کمی آتی ہے۔

مسلم دشمن مصنوعات سے مقاطعے (Boycott) کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے ان دوستوں اور رشتہ داروں کو جو ملک سے باہر رہائش پذیر ہیں اس بات پر آمادہ کرنا چاہئے کہ ہمارے لئے باہر سے تحفے خرید کر نہ لائیں بلکہ وہ پیسہ اپنے ملک میں لا کر ادھر سے کوئی چیز ہماری ضرورت یا مرضی کی ہمیں خرید کر دیں۔ اس طرح نہ صرف ہمارے ان دوستوں اور رشتہ داروں کا

پیسہ دشمنوں کے ہاتھ میں جانے سے رک جائے گا بلکہ وہ پیسہ ہمارے ملک میں آکر ہمارے ملک کی معاشی حالت پر مثبت اثر ڈالے گا۔اس ضمن میں ہمارے حضرت صاحب دامت برکاتہم کے برطانیہ کے دورے کی مثال ہمارے لئے باعث تقلید ہے۔انھوں نے برطانیہ کے ساتھیوں کو صاف کہہ دیا تھا کہ اگر آپ میرے لئے کچھ خریدنا چاہتے ہیں تو میں ایک مسلمان کا پیسہ مسلم دشمن قوموں کے ہاتھ میں دینا برداشت نہیں کرسکتا لہٰذا میرے لئے ادھر سے کچھ بھی نہ خریدیں بلکہ یہ پیسہ پاکستان منتقل کرکے وہاں کی معیشت کو مستحکم کریں۔

اگر ملکی مصنوعات دستیاب نہ ہوں تو کوشش کی جائے کہ کسی دوسرے مسلمان ملک کی مصنوعات استعمال کی جائیں۔مثلاً حضرت مدظلہٗ کے خلیفہ ڈاکٹر قیصر صاحب کے سفرناموں میں یہ بات بندہ نے پڑھی کہ وہ بیرونی ممالک کا سفر ترکی کے جہازوں میں اس نیت سے کرتے ہیں کہ ایک اسلامی ملک کو فائدہ پہنچے۔اور اندرونِ ملک تو ہمارے حضرت مدظلہٗ کا واقعہ ہے کہ ڈائیوو بس میں سفر نہیں کرتے تھے،(شروع کے چند سالوں میں کورین کمپنی کی اس میں شراکت داری تھی)ساتھیوں نے کئی دفعہ اسرار بھی کیا کہ آپ کا سفر آرام سے ہو جائے گا۔حضرت مدظلہٗ کو اللہ نے اس حد تک مال کی گردش کی اور معاشی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ ایک بار سلسلہ کے ساتھیوں نے اپنے گاؤں میں حضرت کے آنے پر ایک بڑی اور مشہور بیکری سے سامان منگوایا۔حضرت نے فرمایا کہ وہ اس پر زیادہ خوش ہوتے اگر گاؤں کے دیسی انڈے اور گاؤں کی سوغات پیش کی جاتی،جس سے گاؤں کے غریبوں کو فائدہ ہوتا،بڑی بیکریوں والے تو اپنا مال شہر منتقل کردیتے ہیں۔

حضرت مدظلہٗ فرمایا کرتے ہیں کہ فقہ کی کتاب ''ہدایہ'' کہ حوالہ جات جو لوگ بطور دلیل کے دیتے ہیں تو دراصل ہدایہ مسلمانوں کے عروج کے دور میں لکھی گئی جس وقت مسلمان عالمی قوت تھے اور کوئی کافر کسی مسلمان پر ظلم کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا بلکہ سارے کفر کو اپنی

جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔اس وقت دنیا کا اکثری حصہ مسلمانوں کے زیر سایہ تھا جس کی وجہ سے اکثر ذمی کافر سے لین دین کی نوبت آتی تھی۔حربی کافر کا تو مسئلہ ہی جدا ہے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے پاس فلسطین سے علماء کا استفتاء آیا کہ یہودی فلسطین میں منہ مانگی قیمت پر زمینیں خرید رہے ہیں، آیا ان پر زمین بیچنا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کے بڑے بڑے علماء سے رائے لی۔علماء نے فقہ کا سادہ سا مسئلہ سمجھ کر رائے دی کہ کافر کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے لہٰذا یہ زمین بیچنا بھی جائز ہے۔اس پر حضرت تھانویؒ کی مجددی بصیرت نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر یہودی زیادہ زمینیں خرید کر کل کو یہاں جمہوریت کے ڈھونگ کے تحت یہودی ریاست کا اعلان کردے تو پھر؟ اس پر سارے علماء حیرت سے دنگ رہ گئے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے لکھ لیا جائے کہ چونکہ یہاں مستقبل میں یہودی ریاست کے قیام کا خدشہ ہے لہٰذا فلسطینیوں کو یہودیوں کے ہاتھ زمین فروخت کرنا جائز نہیں۔مگر ان فلسطینی علماء نے اس بات کی قدر نہ کی اور مصر کی جامعۃ الازہر سے عام فقہی مسئلہ خرید وفروخت مابین مسلم و کافر کے تحت جواز کا فتویٰ لے کر زمینیں دھڑا دھڑ یہودیوں کے ہاتھ فروخت کردی جس کا نتیجہ ہم لوگ یہودی ریاست اسرائیل کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔مصر کے جامعۃ الازہر کے مفتی، جنھوں نے زمین بیچنے کے جواز کا فتویٰ دیا تھا کو جب اسرائیل کے اعلان کا پتہ چلا تو وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت پر متحیر ہوئے اور کہا کہ اگر یہ بزرگ زندہ ہیں تو میں ان کی زیارت کو چلوں گا وگرنہ ان کی قبر پر ضرور حاضری دوں گا۔

ہمارے حضرت ہی فرمایا کرتے ہیں کہ تہکال، پشاور میں ایک مدرسہ میں دورانِ مجلس مہتمم صاحب کے سامنے پیپسی پڑی ہوئی تھی۔موقع پر موجود حضرت صاحب کے ایک مرید نے احتجاجاً کہا کہ یہ کیا، آپ حربی کافر کی مصنوعات استعمال کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں مہتمم صاحب نے کہا: ''اس کے اجزائے ترکیبی تو حرام نہیں، بس ذرا سا غیرتِ ایمانی کے خلاف

ہے۔" گویا اس مہتمم صاحب کی نظر میں غیرتِ ایمانی کوئی شے ہی نہیں۔ اسی غیرت کے بارے میں ہمارے حضرت صاحب مدظلہٗ فرمایا کرتے ہیں کہ تعلق مع اللہ میں غیرت کی رفتار راکٹ کی رفتار جیسی ہے۔

جناب قاضی فضل واحد صاحب سے پیر کی مجلس میں سنا کہ شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل تشیع اپنی چیزیں سنی حضرات کو دیتے وقت اور کچھ نہ کرسکیں تو کم ازکم ان میں تھوک ضرور دیتے ہیں۔ یہاں قادیانی مصنوعات کا ذکر نہیں کیونکہ یہ بات ذہن میں ہے کہ ان کے بارے سب کو پتہ ہے اور زندیق کا فر کا مسئلہ تو حربی کافر سے بھی سخت ہے۔ اللہ فضل فرمائے۔ اس معاملے میں کیا دین دار، کیا سلاسل والے، کیا تبلیغی حضرات اور کیا اہل علم حضرات، سارے ہی غفلت برت رہے ہیں اور کفر ہماری اس حالت پر خندہ زن ہے۔

حضرت صاحب دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ مقاطعہ ایک ایسا ہتھیار ہے جو دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتا ہے۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کے خلاف یہ ہتھیار استعمال کیا جس کے تحت سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شعب ابی طالب میں تین سال وہ سختیاں دیکھنی پڑیں جن کا تذکرہ سنتے ہی ہر مسلمان لرز اٹھتا ہے اور پرنم ہوجاتا ہے۔

برطانیہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بہت ہی منافع بخش اور مشہور دکان (Store) کے بارے میں یہ بات منظر عام پر آئی کہ یہ دکان کچھ مصنوعات ایسے لوگوں سے خریدتی ہے جو چھوٹے بچوں سے کام کراتے ہیں۔ اس خبر کے ردعمل میں برطانوی عوام نے اس دکان کی ہر شاخ (Out-let) سے خریداری بند کردی اور کچھ عرصے میں وہ دکان بمع ساری شاخوں کے بند ہوگئی۔ برطانیہ کے انگریزوں نے ایک مقصد پر اکٹھا ہوکر ایسا مقاطعہ کیا کہ اس دکان کو بند کرکے چھوڑا۔ مسلمان کو تو اس معاملے میں اور بھی زیادہ پختہ ہونا چاہئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ سے ہی سنا ہے کہ مقدمہ ابن خلدون میں کامیاب اور فاتح اقوام کی ایک صفت کسی مقصد کے لئے

پوری قوم کا ایک بات پر متفق اور جمع ہونا لکھی ہے۔

میری معلومات کے مطابق درج ذیل حربی کفار یا حربی کفار نوازوں کی مصنوعات ہیں۔ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

FAST MOVING CONSUMER GOODS (FMCG):

1. UNILEVER:

UniLever Home & Personal Care Products:

1.Axe, Lynx, Impulse, Brut (Perfumes/Deodorants), 2.Close-Up (Tooth Paste), 3.Clear (Shampoo), 4.Dove (Soap, etc.), 5.Lifeboy (Soap, etc), 6.Lux (Soap, etc), 7. Rexona (soap), 8.Signal, Pepsodent & Mentodent (toothpastes), 9.Sunsilk (Shampoo), 10.Vaseline (lotion, petroleum jelly, etc) 11.Pond's, Fair & Lovely (cosmetics, cream, lotion, face wash, etc), 12.Pears (soap,scrub, etc) 13.Timotei shampoo, 14.Suave (shampoo) 15. Camay Soap, 16.Organics shampoo, 17.Zest soap, 18.Comfort (Fabric softner & detergent) 19.RIN (detergent), 20.Sunlight (detergent), 21.Surf Excel (washing powder), 22.Wheel (detergent), 23.Domestos (insect killer), 24.Toni and Guy Hair Meet Wardrobe and Hair & Beauty products. 25.St.Ives (scrub, etc.)

2.UniLever Foods & Drinks:

1.Best Foods Brand, 2.Hellmann's Products, 3.Knorr products, 4.Rafhan products (cooking oil, deserts, etc.), 5.Lipton (tea), 6.Brooke

Bond Supreme (tea), 6.Walls (Ice cream), 7.Glaxose-D.

<u>COLGATE- PALMOLIVE:</u>

1.Colgate (tooth pastes, brushes and mouth washe), 2.Sparkle Toothpaste, 3.Palm Olive (soaps & shampoos), 4.Bonus (washing powder), 5.Express Power (washing powder & bar), 6. Brite Total (washing powder), 7.Softlan (fabric softner), 8.Lemon Max (detergent-liquid, bar, powder, paste) 9.Max All Purpose cleaner.

<u>RECKITT BENCKISER:</u>

1.Dettol products, 2. Mortein products, 3.Air Wick (air freshners) 4.Harpic detergents, 5.Cherry Blossom Shoe Polish.

<u>PROCTOR & GAMBLE:</u>

1.Head & Shoulders shampoo, 2.Pantene shampoo, 3.Heral Essences Shampoo, 4.Old Spice (perfumes, soap, shampoo) 5.Safeguard soap, 6.Olay (skin & beauty products), 7.Ariel washing powder, 8.Pampers, 9.Gillette (raizors, shaving foams, etc) 10.Crest & Oral B (Dental Products), 11.Braun Electrical Appliances.

<u>NESTLE:</u>

نیسلے کی مصنوعات بہت زیادہ ہیں لیکن ہر ایک پر نیسلے واضح لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ مثلاً

Nido, Bunyad, Milo, MilkPak, NesVita, Everyday, NesFruta & Fruita Vitals Juices and Mineral Water, Cerelac, Corn Flakes,

NesCafe, Coffee-Mate, Maggie Noodles, KitKat choclate, Lactogen, Haagen-Dazs & EasyWhip Icecream.

Johnson and Johnson:

Baby products, Listerine, Clean & clear brand, Neutrogena brand.

PEPSICO:

Pepsi, 7-Up, Mirinda, Mountain Dew, Tropicana & Slice Juices, Aquafina (mineral water), Lays chips, Cheetos & Kurkure, etc.

COCA-COLA COMAPNY:

Coca-Cola, Sprite, Fanta, Minute Maid Juice, Kinley Mineral Water.

چند متبادل مصنوعات جو میری معلومات میں ہیں:

۱۔ دودھ تازہ استعمال کرنا چاہئے کیونکہ ہر قسم کا ڈبے کا دودھ انتہائی مضرِ صحت ہے اور اگر ڈبے کا دودھ لازمی استعمال کرنا ہو تو نیسلے ملک پیک کی جگہ اچھی مقامی کمپنیاں اولپرز اور گڈ ملک ہیں۔کم از کم دو نقصانات میں سے تو ایک سے بچا جا سکے گا یعنی پیسہ دوسرے ملک میں نہیں جائے گا۔ہاں طبی اعتبار سے مضرِ صحت یہ بھی ہیں۔

اب تو تازہ فارم کے دودھ کی کمپنیاں پریما، انہار اور آدم کے نام سے آ گئی ہیں جو ڈبے والے دودھ سے کہیں بہتر ہیں۔انھیں ۴ سے ۵ دن کے اندر اندر استعمال کرنا ہوتا ہے۔ انہی کمپنیوں کے دہی اور مکھن بھی دستیاب ہیں۔

۲۔ والز آئس کریم کی جگہ اومور (Omore) آئس کریم۔

۳۔ نیسلے دہی کی جگہ پریما (Prema) اور انہار (Anhaar) دہی۔

۴۔ پیپسی، کوک وغیرہ کی جگہ گورمے کولا (Gourmet Cola)، کولا نیکسٹ (Cola Next)

اوراب میزان کمپنی کے مشروبات بھی دستیاب ہیں۔

۵۔ نیسلے ایکوافینا اور کینلے کے پانی کی جگہ AqWa, Aab-e-Swat, Sufi, Blu وغیرہ کا پانی۔

۶۔ لکس، سیف گارڈ، ڈیٹول، پالمولیو کی جگہ وائٹل، صوفی، صبا، فینا اور کیپری صابن۔

۷۔ سپارکل اور کولگیٹ ٹوتھ پیسٹ کی بجائے ہمدرد مسواک ٹوتھ پیسٹ بہترین ہے۔ نیکسرا، پروڈنٹ اور پروٹیکٹ استعمال کریں۔ حساس دانتوں کے لئے سینسوڈائن کی بجائے سینس ٹی استعمال کریں۔

۸۔ برگر اور پیزا میں تو پشاور کے اندر لاتعداد جگہیں ہیں مثلاً چیف، پاپا جان پیزا وغیرہ۔

۹۔ شیمپو میں بائیو آملا استعمال کریں۔ ترکی، ملائیشیا اور انڈونیشیا کے کئی اقسام کے شیمپوں اور دیگر مصنوعات بازار میں باآسانی دستیاب ہیں۔

۱۰۔ مشروبات میں روح افزاء اور جام شریں کا نعم البدل شاید ہی مغرب کے پاس آئے۔

۱۱۔ چاکلیٹ میں پاکستانی اگر پسند نہ ہو تو بازار میں ترکی کی معیاری چاکلیٹ موجود ہیں۔

۱۲۔ شیل، ٹوٹل کی بجائے پی ایس او یا اٹک پٹرولیم سے پٹرول، ڈیزل ڈلوائیں۔

۱۳۔ نوڈلز میں کنور اور میگی کی جگہ شان کمپنی کا شوپ کے نام سے دستیاب ہے۔

۱۴۔ کیچ اپ، جیم اور اچار تو سلیمان، نیشنل اور شان فوڈز کے لاجواب ہیں۔

۱۵۔ موسپیل کی جگہ پاور پلس مچھروں سے بچنے کے لئے۔

۱۶۔ لیز چپس کی جگہ اوئی ہوئی، سنیک سٹی اور ناک آؤٹ چپس۔

۱۷۔ بسکٹ میں پیک فریز، لو، کانٹینٹل وغیرہ کی جگہ اینور یٹو اور بسکونی بسکٹ استعمال کریں۔

۱۸۔ فروزن فوڈز میں کے اینڈ این، یورو اور مینو، تینوں کے استعمال کر سکتے ہیں لیکن بہتر ہے کہ یورو اور مینو کے استعمال کریں کیونکہ کے اینڈ این امریکا میں سرمایا کاری کرتا ہے۔

۱۹۔ نیسلے ناشتے کے سیریلز کے بجائے فوجی سیریلز استعمال کرنے چاہئیں۔

۲۰۔ معیاری کھلی چائے بھی ملتی ہے، ڈبے والی ٹپال استعمال کریں۔ وائٹل و دیگر بھی دستیاب ہیں۔

۲۱۔ جوس میں تو قومی پیداوار بہت زیادہ ہے بلکہ سلسلے کے ساتھی کے جوس ''تسنیم'' کے نام سے سوات کے علاقہ میں دستیاب ہیں۔اس کے علاوہ فروٹینز ،اینی ٹائم ،شکرگنج، سٹار، وغیرہ۔

۲۲۔ ٹینگ کے پاؤڈر والے جوس کے مقابلے میں سن سپ کمپنی بہت معیاری ہے۔ سٹار اور نیشنل کے بھی دستیاب ہیں۔

۲۳۔ ٹیلی نارسم بالکل استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔اس کا متبادل دستیاب ہے۔

ضروری بات

یہ بحث اور متبادلات تو صرف اس واسطے لکھے گئے کہ اگر کسی نے لازمی استعمال کرنا ہو تو متبادل ڈھونڈے ورنہ ان میں سے اکثر چیزیں، چاہے باہر کی کمپنی کی ہوں یا ملکی کمپنی کا، مضرِ صحت کیمکلز سے بنتی ہیں۔کوشش کرنی چاہیئے کہ انسان ہمت کرے اور تھوڑی سی قربانی دے کر خالص اور دیسی اشیاء استعمال کرے۔ایک تو مضر صحت اشیاء سے بچا جائے گا اور دوسرا فضول خرچی اور دشمنِ اسلام کی معاشی مدد سے اجتناب ہوگا۔اکثر چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے اور ان کے ترک سے روزمرہ زندگی پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔مثلاً مسواک یا منجن یا اخروٹ کا چھلکا دانتوں کی صفائی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔جوس ہر قسم کے مضرِ صحت ہیں، ان کی جگہ گھر پر تازہ پھلوں سے جوس نکالیں یا ثابت کھائیں۔ پیزا، برگر و دیگر فیشنی خوراکیں زیادہ تر مضرِ صحت ہیں۔پیپسی، گورے وغیرہ انتہائی مضرِ صحت ہیں۔اسی طرح باقیوں پر قیاس کر لیا جائے۔جن اشیاء کو استعمال کر کے ہمارے دادا، پردادا نے ایک صحت مند زندگی گزاری ہے ان کو ہم بھی استعمال کر کے بیماریوں سے پاک صحت مند زندگی گزار سکتے ہیں۔جن چیزوں کا استعمال ناگزیر ہو اس میں ملکی یا اسلامی ممالک کا نعم البدل ڈھونڈنے کی کوشش کریں۔ ہر قسم کی پیداوار پر کمپنی کی تفصیل لکھی ہوتی ہے،جس سے اس کی پہچان ہو سکتی ہے یا اس کو انٹرنیٹ پر تلاش کر سکتے ہیں،بعض دفعہ کمپی غیر ملکی ہوتی ہے لیکن اپنی مصنوعات پر کمپنی کے (باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر)

انتخاب از حیات درویش

(عزیز احمد صاحب مدظلہٗ، لونڈخوڑ)

ہندوستان کا سفر:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اسلامی علوم کی حفاظت اور مسلمانوں کے وجود کی بقا کی غرض سے اللہ کے چند مخلص اور مقبول بندوں نے بڑی بے سروسامانی کی حالت میں ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ (۳۰ مئی ۱۸۶۶ء) کو دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔

دوسرے مسلمانوں کے سامنے ادارے کی کارکردگی، اسلامی علوم کے حصول اور نشر و اشاعت کے جذبہ کو بیدار کرنے کے لئے پہلا جلسہ ۱۲۹۰ھ میں دوسرا جلسہ ۱۲۹۲ھ میں اور تیسرا جلسہ ۱۲۹۸ھ میں، چوتھا جلسہ ۱۳۰۱ھ میں اور پانچواں جلسہ ۱۳۲۷ھ میں ہوا۔ یہ جلسہ سابقہ اجتماعات سے بڑا اور اس وقت کی تاریخ میں ایک منفرد اور بے نظیر اجتماع تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس جلسے کی سرپرستی فرمائی تھی۔ اسی جلسے میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کی دستار بندی بھی ہوئی تھی۔

حضرت مدنیؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کو سبز عمامے بندھوا دیئے گئے:

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنی دستار بندی کے واقعات لکھتے ہیں کہ دستار بندی کے دنوں میں شیخ الہندؒ نہایت ساکت و صامت تفکر کے دریا میں غرق نظر آتے تھے۔ کبھی یہاں بیٹھ گئے، کبھی وہاں۔ ان تمام ایام میں حضرت مراقب پائے جاتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نہایت عظیم الشان بار آپ پر پڑا ہوا ہے جس کی فکر میں ڈوبے ہوئے اپنے پروردگار سے عرض معروض کر رہے ہیں...... باوجود یہ کہ کئی سو من غلہ اور گوشت پکتا تھا مگر کسی جگہ کتا نظر نہیں آیا، باوجود یہ کہ گرمیوں کا زمانہ تھا مگر مکھیوں کا اجتماع کہیں نہ تھا، غلاظت اور گندگی جو کہ ایسے مجامع میں پائی جاتی ہے، کہیں دیکھنے میں نہیں آتی تھی...... سب

سے پہلے مولانا انور شاہؒ کی دستار بندی ہوئی اس کے بعد میری دستار بندی کی گئی مجھ کو ایک عمامہ سبز حسب اصول مدرسہ دوسرے حضرات کی طرح از دست شیخ الہند بندھوایا گیا۔

اس کے بعد ۳ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ (۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء) کو قاری محمد طیبؒ کے زمانہ میں جب دیوبند والوں نے صد سالہ تقریبات منانے کا فیصلہ کیا تو اس میں ساری دنیا سے خاص خاص لوگوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ کو بھی بمع خدام دعوت دی گئی جن میں حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ، پروفیسر نعمان صاحب، میر خاتم صاحب اور حاجی احمد خان صاحب شامل تھے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۸۰ء کو بذریعہ ریل روانگی ہوئی، ریل میں مولانا عبد الحقؒ اکوڑہ خٹک، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا خان محمدؒ کندیاں شریف جیسی شخصیات بھی سفر کر رہی تھیں۔ پوری رات سفر میں گزری، صبح دیوبند پہنچے۔ دیوبند والوں نے آپ لوگوں کو ایک کمرہ رہائش کیلئے دے دیا۔

اکابرین کے مزارات پر حاضری:

اس قیام کے دوران قاسمی قبرستان میں مولانا قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند محمود الحسنؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور قبرستان میں مدفون دیگر بزرگوں اور اکابرین کی قبور پر حاضری دی۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ جو باب الظاہر میں مدفون ہیں ان کے مزار پر بھی حاضری دی۔

سٹیج پر علماء سے ملاقات:

مولانا انظر شاہ کشمیریؒ صاحبزادہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ مولانا اشرف سلیمانی صاحبؒ کی ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء بھی تشریف لائے۔ حضرت مولاناؒ چونکہ معذور تھے اس لئے نماز اپنے کمرے میں حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی اقتداء میں پڑھتے تھے۔ دوسرے دن حضرت کی پہیوں والی کرسی سٹیج پر چڑھا دی گئی (حضرت چونکہ دونوں ٹانگوں سے معذور تھے اس لئے پہیوں والی کرسی استعمال کرتے تھے) حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ اور حضرت مولاناؒ کے دیگر خلفاء بھی ساتھ تھے۔ سٹیج پر

اکابر علماء مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا مسیح اللہ خانؒ، مولانا اسعد مدنیؒ، مولانا عبیداللہ بستی نظام الدین تبلیغی مرکز، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحقؒ، مولانا خان محمدؒ کے علاوہ مصر اور عرب کے علماء ومشائخ کے وفود بھی اپنی نشستوں پر رونق افروز تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اجتماع کا نمائندہ بیان کیا۔ سٹیج پر حضرت ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ سے حضرت مولانا صاحبؒ کا مصافحہ کروایا گیا اور ان سے جب حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنے لکھنؤ حاضر ہونے کا فرمایا تو حضرت مولانا ابوالحسن ندوی صاحبؒ نے آپ کے کچھ روز قیام کی خواہش ظاہر کی۔ باقی بزرگوں کی بھی زیارت ہوئی اور اس کے بعد دارالاقامۃ کو واپسی ہوئی۔

خانقاہ تھانہ بھون کی حاضری:

اجتماع سے فارغ ہوکر ٹیکسی کرایہ پر لے کر دوسرے دن تھانہ بھون، گنگوہ، نانوتہ اور جلال آباد کے قصبوں میں حاضری دی۔ جلال آباد میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) سے ان کے مدرسہ واقع جلال آباد میں ملاقات ہوئی تھوڑی دیر ان کی خانقاہ میں قیام فرمایا اور تھانہ بھون روانہ ہوئے۔ ادھر پہنچنے کے بعد تھانہ بھون کی وہ عظیم خانقاہ سامنے تھی جس میں اکابرین سلسلۂ چشتیہ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، حافظ ضامن شہیدؒ، شیخ محمد تھانویؒ رونق افروز رہے اور جہاں بیٹھ کر ان تین حضرات نے مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی موجودگی میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا منصوبہ بنایا۔ فتویٰ تیار کیا اور جسے چھاؤنی کے طور پر استعمال کرکے شاملی کے میدان میں لڑے۔ ہر تین افراد کے اتنے چھوٹے چھوٹے خلوت خانے تھے کہ بمشکل ایک آدمی سما سکے۔ خلوت خانے کے دروازے پر کالے نشان تھے، مقامی آدمی نے بتایا کہ یہ انگریزوں کی گولہ باری کے نشانات ہیں۔ جس دینی مرکز میں حاضری ہوتی حضرتؒ کا جذبہ ہوتا کہ وہاں چندہ ضرور دیا جائے، یا کم از کم ان کے مکتبہ کی کچھ کتابیں ہوں تو وہ ضرور خریدی جائیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تربیت السالک دو جلد وہیں سے خریدیں۔ خانقاہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے دور کی تاریخ کو بھی لئے ہوئے تھی۔

ذاکرین کے لیے تقریباً چالیس حجرے موجود ہیں۔خانقاہ میں وہ کمرہ جہاں شیخ الشیخ مولانا فقیر محمدؒ کا قیام ہوتا تھا اس کی زیارت کی۔اسی خانقاہ میں بیٹھ کر دینِ اسلام کی تجدید کا کارنامہ حضرت تھانویؒ کے ہاتھوں انجام پایا۔تقریباً سو سے اوپر خلفاء کی تربیت کی اور ہزار سے اوپر کتابیں تصنیف کیں۔پھر حضرت تھانویؒ اور حافظ ضامن شہیدؒ کے مزارات پر حاضری دی اس کے بعد گنگوہ شریف میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مزار پر بھی حاضر ہوئے یہاں سے فارغ ہو کر لکھنؤ حاضری ہوئی۔ندوۃ العلماء میں پندرہ روز قیام رہا۔

مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ سے ملاقات کیلئے مولانا منظور نعمانیؒ کی آمد:

حضرت ابوالحسن علی ندویؒ ندوہ میں ہی تشریف فرما تھے کیونکہ پاکستانی وفود حاضرِ خدمت ہو رہے تھے۔مدرسہ والوں نے بتایا کہ حضرت ندویؒ مہمانوں کی وجہ سے یہاں قیام پذیر ہیں ورنہ ان کا زیادہ وقت آج کل رائے بریلی میں گذرتا ہے۔جوں جوں عمر زیادہ ہوتی جارہی ہے لکھنؤ میں ندوہ کا کام باقی حضرات کے حوالے کر کے خود ذکر و فکر اور یکسوئی کی زندگی رائے بریلی میں ہی گذار رہے ہیں اور درس و تدریس وعظ و تقریر کی بجائے آنے والے مریدوں کی تربیت اور ذکر و فکر کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں محسوس ہوا کہ حضرت ندویؒ چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کا زیادہ سے زیادہ وقت ندوہ میں گذرے تاکہ طلباء کے سامنے اتباعِ سنت اور تعلق مع اللہ کا عملی نمونہ آجائے۔طلباء اور اساتذہ بہت ہی محبت سے پیش آتے رہے۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ کو اطلاع ہوئی تو مدرسہ ہی میں تشریف لے آئے۔ان سے ملاقات ہوئی۔ان آخری ایام میں ان پر بہت رقت تھی۔حضرت فرماتے ہیں کہ پھر ایک بار حضرت نعمانیؒ کے گھر بھی حاضری دی۔بہت شفقت سے پیش آئے اور ہمارے تھانوی تعلق کی بنیاد پر حضرت تھانویؒ کے حالات سناتے رہے۔جب رخصتی ہونے لگی تو تین سو روپے (آج کل کے حساب سے تیس ہزار روپے بنتے ہیں) ہدیہ عطا فرمائے اور ساتھ یہ فرمایا کہ یہ تھانوی ضیافت ہے اور عذر فرمایا کہ چونکہ اہلیہ کی وفات ہوگئی ہے اور گھر پر صرف ایک بچی ہے اس لئے آپ کے لئے کھانے پکانے کا بندوبست

نہیں ہوسکتا، لہٰذا یہی آپ حضرات کی دعوت ہے۔

حضرت ابوالحسن علی ندویؒ آرام اور انفرادی اوقات کے علاوہ مہمانوں کے ساتھ تشریف فرما ہوتے۔ مدرسہ کے علماء اور اہلِ شہر زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ حضرت ندویؒ کم گو، گہری فکر میں ڈوبے ہوئے اور اکثر اوقات کسی دور منزل کو گھورتے ہوئے فکر و حزن کی تصویر بنے رہتے۔ کبھی کبھی مسکراہٹ چہرے پر پھیلتی۔ ندوہ کے اساتذہ، عرب علماء اور حضرت مولانا صاحبؒ کے سوالوں پر تھوڑی دیر کے لئے گویا ہوتے۔

لکھنؤ میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے گھر پر:

حضرت ندویؒ مہمانوں کا سلسلہ ختم ہونے پر رائے بریلی تشریف لے گئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ ہم بھی رائے بریلی چلے گئے۔ رات گئے رائے بریلی دائرہ شاہ علمُ اللہ پہنچے۔ لکھنؤ کے تکلف والے ماحول سے یہاں آ کر "الفقرُ فخری" کا نمونہ سامنے آیا۔ یہاں حضرت ندویؒ نے فقیرانہ شان والے حالات رکھے ہوئے تھے۔ رات بسر ہوئی۔ سحری کے وقت خانقاہ کے ماحول میں جہری ذکر کی صدا گونجنے لگی۔ بعد ناشتہ کے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ شاہ علمُ اللہ رحمۃ اللہ علیہ، جد امجد حضرت ندویؒ کے مزار پر حاضر ہوئے جو ذرا اونچائی پر تھا۔ حضرت مولانا صاحبؒ مراقب ہوئے اور دوران مراقبہ حسب عادت نعرہ مارا اور فرمایا کہ پورے علاقے پر ان کی نسبت کے انوارات چھائے ہوئے ہیں۔ حضرت ندویؒ نے فرمایا یہی بات حضرت تھانویؒ و حضرت مدنیؒ ہر دو حضرات نے فرمائی تھی۔

اس کے بعد اس مکان کی زیارت کی جس میں سید احمد شہیدؒ کی ولادت اور پرورش ہوئی تھی۔ وہ مسجد اور ندی دیکھی جہاں مجاہدین بالاکوٹ کی تربیت ہوئی تھی۔ شاہ علمُ اللہ رحمۃ اللہ علیہ سید احمد شہیدؒ کے بھی جدِ امجد ہیں۔ تھوڑی دیر بعد واپسی ہوئی۔ حضرت ندویؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے ساتھ بہت محبت اور قلبی تعلق کا رویہ فرما رہے تھے۔ دیرینہ واقفیت اور حضرت مولانا صاحبؒ کی دینی خدمات نیز تصانیف کی وجہ بھی ہوسکتی تھی لیکن تحقیق کرنے سے عجیب روحانی وجہ سامنے آئی۔

ایک خواب:

حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ایک نارنجی رنگ والی بس پاس سے گذر گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی سے کہو جب تک طلباء رہیں بند نہ کرے۔ خواب سے بیدار ہو کر غور کرنے لگا کہ اس خواب کا مطلب کیا ہے۔ خیر نماز کے لئے مسجد نبوی جانے لگے تو بازار میں سے گذر رہے تھے کہ سامنے سے اسی رنگ کی بس گذری جو خواب میں دیکھی تھی اور اس پر لکھا ہوا تھا ''مدینہ یونیورسٹی''۔ خیر یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ یہ پیغام مدینہ یونیورسٹی کے بارے میں ہے۔ اب اس سے متعلق شخصیت علی کون ہیں؟ غور کرنے پر خیال آیا کہ یہ حضرت ابوالحسن علی ندوی ہی ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی حج پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو یہ پیغام دیا تو فرمایا: ''سبحان اللہ! سبحان اللہ! مولانا صاحب آپ نے تو ہمارا مسئلہ ہی حل کر دیا۔'' حضرت ندویؒ فرمانے لگے کہ سعودی حکومت نے ہم اساسی ممبران مدینہ یونیورسٹی کو بلایا ہوا ہے اور اس بات پر فیصلہ لینا چاہتے ہیں کہ آیا اس یونیورسٹی کو جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے کیونکہ اخراجات زیادہ ہیں اور طلباء نہیں آ رہے ہے۔ اب جب کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دے دیا تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ چنانچہ اس بات پر حکومت نے فیصلہ دے دیا۔

اس کے بعد حضرت ابوالحسن علی ندویؒ کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عطر کی شیشی مولانا اشرف کو دے دو۔ آپ جو بیدار ہوئے تو وہ شیشی ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے۔ یہ شیشی حضرت ندویؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ کے حوالے کی۔ وفات کے وقت حسبِ وصیت اس کو کفن پر چھڑ کا گیا۔ خالی شیشی حاضرین غسل کے کپڑوں پر ملی گئی۔

ندوۃ العلماء میں حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ کا بیان:

ندوۃ العلماء کے بڑے ہال میں حضرت مولانا صاحبؒ کا بیان بھی ہوا اور علماء و طلبا نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کے مسترشد ہونے کے ناطے بہت دلچسپی سے سنا۔ لکھنؤ کے تبلیغی مرکز والے حضرات

تشریف لائے اور انھوں نے بھی شب جمعہ میں بیان کروایا۔ حضرت مولانا صاحبؒ مدارس اور دینی مراکز میں کچھ نہ کچھ چندہ ضرور دیتے دلواتے تھے مگر ندوہ والوں نے کچھ بھی قبول نہ کیا اور مُصر رہے کہ آپ کی دعا ہی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔

مولانا اسعد مدنیؒ کے ساتھ ایک رات کا قیام:

ندوہ کے بعد دہلی روانگی ہوئی۔ دہلی میں جمعیت علماء ہند کے دفتر واقع بہادر شاہ ظفر مارگ (روڈ) میں ایک رات قیام ہوا۔ حضرت مولانا اسعد صاحب مدنیؒ تشریف فرما تھے۔ کھانا کھانے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالغنی صاحبؒ، شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی کے مزارات پر فاتحہ خوانی کی جبکہ جمعہ کی نماز جامع مسجد دہلی میں پڑھی۔ (شاہ ولی اللہؒ نے سب سے پہلے قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا، برصغیر پاک وہند میں سب سے پہلے دورۂ حدیث شروع کیا، آپ نے چار ہونہار فرزند چھوڑے، شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی مشہور تفسیر ''فتح العزیز'' ہے جو ''تفسیر عزیزی'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ ہی نے اپنے مرید وخلیفہ سید احمد شہیدؒ اور اپنے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ کو سکھوں سے جہاد کے لئے تیار کیا۔ شاہ عبدالقادرؒ نے قرآن کا پہلی بار اردو میں ترجمہ کیا)

بستی نظام الدین میں قیام:

وہاں سے فارغ ہونے کے بعد تبلیغی مرکز (بنگلہ والی مسجد) بستی نظام الدین دہلی چلے گئے۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ مسجد سے متصل داہنے جانب چمن میں تشریف فرما تھے۔ حضرت جیؒ نے آپ لوگوں کی تشریف آوری پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ بنگلہ والی مسجد جہاں آج کل تبلیغی مرکز آباد ہے اس میں مولانا الیاسؒ کے والد مولانا اسماعیلؒ امامت کے ساتھ ساتھ ذکر وعبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید ودین کی تعلیم میں شب وروز مصروف

رہتے تھے۔آپ نے ساری زندگی گمنامی اور عبادت میں گذاری۔خدمت وتواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر سے آنکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھ دیتے،اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کران کو پانی پلاتے،پھر دو رکعات شکرانہ ادا کرتے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی،میں اس قابل نہ تھا۔آپ کی پہلی بیوی سے مولانا محمد صاحب پیدا ہوئے،اس کے بعد مولانا الٰہی بخش کاندھلویؒ کے خاندان میں دوسرا نکاح کیا،اس دوسرے عقد سے مولانا الیاسؒ اور مولانا یحییٰؒ پیدا ہوئے۔ ایک بار مسجد سے نکلے کہ کوئی مسلمان مل جائے،اسے ساتھ لے کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ لیں،چند آدمی ملے،پوچھا کہاں جارہے ہو،انھوں نے کہا کہ مزدوری کرنے کے لئے،فرمایا کہ اگر مزدوری تمھیں یہاں مل جائے تو پھر،بس وہ ٹک گئے آپ نے ان کو کلمہ،نماز یاد کرالی۔مسائل بتائے اور نمازی بنایا اور یومیہ مزدوری بھی ان کو دیتے تھے۔یہ جو بنگلہ والی مسجد ہے،جواب تبلیغی جماعت کا عالمی مرکز ہے،اس کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔یہ اس مرکز اور مسجد کا مختصر تعارف تھا۔

مرد درویش میں لکھا ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد حضرت جیؒ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے۔اس پر مرکز میں ہلچل مچ گئی۔سیدھے مولانا اشرف صاحبؒ کے پاس تشریف لائے اور استفسار فرمایا کہ آپ ٹھہر رہے ہیں یا تشریف لے جاویں گے۔حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا رات آپ کے پاس ہی قیام ہے۔اس پر حضرت جیؒ واپس حجرہ میں تشریف لے گئے۔وہاں موجود احمد حسن صاحب جو رائیونڈ کے مقیم تھے اور ان دنوں بستی نظام الدین میں تھے،نے فرمایا کہ حضرت جیؒ مغرب تا عشاء حجرہ میں خلوت میں ہوتے ہیں اور کسی سے ملاقات نہیں فرماتے۔اوابین میں تقریباً سوا یا ڈیڑھ پارہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔احمد حسن صاحب نے حضرت مولانا صاحبؒ سے عرض کیا کہ صرف آپ کی خاطر حضرت جیؒ خلوت سے باہر تشریف لائے ہیں۔

عشاء کی تعلیم کے بعد کھانا حضرت جی انعام الحسنؒ کے ساتھ اکٹھے کھایا۔حضرتؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کو حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کی خدمت کے لئے مقرر

فرمایا اور دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے چنوائے۔ روٹیاں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ تازہ بتازہ تنور سے پکی ہوئی اٹھا کر گھر سے لاتے رہے، اور رہائش کے لئے وہ کمرہ عنایت فرمایا جس میں حضرت مولانا الیاسؒ کا قیام رہا اور جس میں ان کی وفات ہوئی۔ صبح کا ناشتہ بھی حضرت جیؒ کے ہمراہ ہوا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اجازت چاہی۔ بستی نظام الدین میں آپ نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت امیر خسروؒ کے مزارات پر حاضری دی۔ نظام الدین اولیاءؒ، بابا فرید الدینؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت امیر خسروؒ نظام الدین اولیاءؒ کے مجاز تھے۔ شاعری سے لگاؤ تھا، طوطیٔ ہند کا لقب پایا، انھوں نے ۹۹ کتابیں لکھیں، ۴۰ سال تک صائم الدہر رہے۔

دہلی کے دیگر مزارا کی زیارت:

دہلی سے اجمیر شریف کا سفر کیا اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مزار پر حاضری ہوئی۔ مزار کا اتنا بڑا علاقہ ہے کہ اس کی تین مساجد ہیں۔ اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی مسجد جو ویران ہے اس میں نماز نہیں ہوتی۔ شاہ جہاں کی بنائی ہوئی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے اورنگزیب عالمگیرؒ کی مسجد میں پانچ وقت نماز ہوتی ہے۔ اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی دو دیگیں ہیں، جن میں بیک وقت سو من اور اسی من چاول پکتے ہیں۔ دیگوں کو سیمنٹ کی گول سیڑھیاں بنا کر ان پر رکھا گیا ہے۔ وہی سیڑھیاں چولہوں کا کام بھی دیتی ہے۔

سلیم چشتیؒ کے مزار پر حاضری:

وہاں سے فتح پور سیکری حاضری ہوئی۔ فتح پور سیکری کے قلعے کی تعمیر کا رخ ایسے ہے کہ گرمیوں کے موسم میں ساری عمارت میں سامنے والی جھیل سے مسلسل ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے رہتے ہیں۔ فتح پور سیکری میں ایک مسجد ہے، جس میں حضرت سلیم چشتیؒ کا مزار ہے، ان کے خاندان کا قبرستان ہے اور کچھ حجرے مدرسہ کے ہیں۔ یہ سلیم چشتیؒ کا مدرسہ اور خانقاہ تھی۔ سلیم چشتیؒ وہ بزرگ ہیں کہ اکبر بادشاہ باوجود دین الٰہی رائج کرنے کے سلیم چشتیؒ کی بزرگی کا قائل تھا۔ ان کی دعا سے جہانگیر کی پیدائش ہوئی تھی اور اکبر نے حضرت سلیم چشتیؒ کی یاد میں ہی جہانگیر کا نام سلیم رکھا تھا اور باوجود ساری خرافات کے اکبر یہ کہتا

تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ حضرت سلیم چشتیؒ نے اپنے خاص مرید ملا دو پیازہؒ کو اکبر کے نورتنوں (نو وزیر) میں رکھوایا ہوا تھا اور ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ لطائف وظرائف وغیرہ کے ذریعے سے جیسے تیسے ہو اپنے آپ کو مقبول رکھنا ہے اور یہ کوشش کرنی ہے کہ اکبر کم از کم یہ بات کہتا رہے کہ وہ مسلمان ہے اور اپنے ہندو ہونے کا اعلان نہ کرے۔

ایک دن بیربل وغیرہ ایک ہندو جوگی کو لے آئے جو کچھ منتر پڑھ کر زمین میں دھنس کر گم ہو جاتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ذرا فاصلے سے نمودار ہو کر نکل آتا تھا۔ ہندوؤں کا پروگرام تھا کہ اس جوگی کے ذریعے سے اکبر سے ہندو ہونے کا اعلان کروائیں گے۔ اس دن دربار کو ایسا سیل (seal) کیا کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ کسی طریقے سے ملا دو پیازہؒ حضرت سلیم چشتیؒ کو لے آئے، اکبر کھڑا ہو گیا اور حضرت کو اپنے پاس بٹھایا۔ حضرت نے پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ اکبر نے عرض کیا کہ یہ ہندو جوگی عجیب کرتب دکھا رہا ہے۔ آپ نے دکھانے کو کہا۔ اس پر وہ زمین میں ڈوب کر غائب ہو گیا۔ حضرت نے وہاں اپنا قدم مبارک رکھا اور فرمایا کہ جوگی کو کہو کہ نکلے، لیکن وہ نہ نکل سکا اور ہمیشہ کے لئے غائب ہو گیا۔

مظاہر العلوم سہارنپور کے مدرسے میں قیام اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے گھر پر کھانا:

سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں ایک شب کا قیام ہوا۔ حضرت مولانا طلحہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے صاحبزادے اور مولانا شاہد صاحب، حضرت شیخ الحدیثؒ کے نواسے، ہر دو حضرات نے بہت پرتپاک استقبال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مدرسہ سہارنپور میں پرانے مخطوطے اور نایاب کتابیں دیکھنی نصیب ہوئیں۔ ابوالفضل اور فیضی کی تفسیر ''ساطع الالہام'' پہلی بار یہیں دیکھیں۔ اخوند درویزہ باباؒ جو حضرت پیر باباؒ کے بڑے خلیفہ تھے ان کی پشتو کی دو کتابیں ''تذکرۃ الابرار والاشرار'' اور ''مخزن الاسلام'' پہلی دفعہ یہیں دیکھیں۔

حضرات نے کئی طرح کے کھانے پکوائے ہوئے تھے۔ مدرسہ کے احاطہ میں (باقی صفحہ ۲ پر)

امام ابن تیمیہ کی قازان سے ملاقات

(از: تاریخ دعوت وعزیمت، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

(انتخاب: جناب خوشحال صاحب، مقیم خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ، پشاور)

سلطانِ مصر کی شکست اور دمشق کی حالت:

دمشق کے باہر ۲۷ ربیع الاول کو قازان اور سلطان کے درمیان معرکہ پیش آیا۔ مسلمان جم کر لڑے اور بہادری سے مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ سلطانی افواج نے مصر کا رخ کیا اور اہل دمشق نے دمش میں پناہ لی۔ اس شکست، مصری افواج کی واپسی اور تاتاریوں کے فاتحانہ دمشق میں داخل ہونے کے خطرہ سے شہر میں بدحواسی پھیلی ہوئی تھی، بڑے بڑے علماء اور سربرآوردہ اشخاص شہر چھوڑ چھوڑ کر مصر کا رخ کر رہے تھے، خود قاضی شافعی، قاضی مالکی، بعض دوسرے نامور علماء، حاکمِ شہر، محتسب اور بڑے بڑے تاجر اور عوام شہر چھوڑ چکے تھے، حکومتی عملہ رخصت ہو چکا تھا، حکام میں سے صرف منتظم قلعہ ابھی مقیم تھا، ورنہ کوئی ذمہ دار حاکم اور منتظمِ شہر میں موجود نہ تھا۔ گرانی حد کو پہنچی ہوئی تھی، باہر کی آمدورفت موقوف تھی، اس پر طرفہ یہ ہوا کہ قیدی جیل خانہ توڑ کر باہر نکل آئے، اور انھوں نے شہر میں لوٹ مچا دی، اوباشوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا، باغات (جو اہلِ دمشق کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے) کے دروازے توڑ ڈالے، اور دروازے اور کھڑکیاں اکھاڑ کر لے گئے، اور اونے پونے کوڑیوں کے مول بیچ ڈالا۔ ادھر دمشق میں یہ طوفانِ بے تمیزی برپا تھا، ادھر قازان کی آمد آمد کا غلغلہ تھا، جس سے رہے سہے حواس اور پراگندہ تھے۔

ابن تیمیہؒ کی قازان سے ملاقات:

یہ حالات دیکھ کر اعیانِ شہر اور ابن تیمیہؒ نے مشورہ کیا اور یہ قرار پایا کہ ابن تیمیہؒ چند علماء

اور رفقاء کی معیت میں قازان سے ملاقات کریں اور دمشق کے لئے پروانہ امن حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ دوشنبہ ۳ ربیع الثانی ۶۹۹ھ کو مقامِ نبک میں اہلِ دمشق کے نمائندہ اور اسلام کے سفیر ابنِ تیمیہؒ اور تاتاریوں کے جبار بادشاہ قازان کی ملاقات ہوئی۔ شیخ کمال الدین بن الانجا، جو دمشق سے ابن تیمیہؒ کے ساتھ گئے تھے اور اس مجلس میں شریک تھے، اس ملاقات کا حال بیان کرتے ہیں:

''میں شیخ کے ساتھ اس مجلس میں موجود تھا، وہ سلطان (قازان) کو عدل وانصاف کی آیات واحادیث اور اللہ ورسول ﷺ کے ارشادات واحکام سناتے تھے، ان کی آواز بلند ہوتی جاتی تھی، اور برابر سلطان کے قریب ہوتے جاتے تھے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ اِس کے گھٹنے اُس کے گھٹنے سے مل جائیں، سلطان کو اس سے کچھ ناگواری نہیں ہوئی، وہ بڑی توجہ سے کان لگائے ان کی گفتگو سن رہا تھا، اور ہمہ تن متوجہ تھا، اس پر ان کا رعب ایسا طاری تھا، اور وہ ان سے ایسا متأثر تھا کہ اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ عالم کون ہیں؟ میں نے ابھی تک ایسا شخص نہیں دیکھا، اور نہ اس شخص سے زیادہ کوئی دلیر اور قوی القلب آج تک دیکھنے میں آیا، مجھ پر ابھی تک کسی کا ایسا اثر نہیں پڑا تھا، لوگوں نے ان کا تعارف کرایا، اور ان کے علمی اور عملی کمالات کا تذکرہ کیا۔ امام ابن تیمیہؒ نے قازان سے کہا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم مسلمان ہو اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھ قاضی، امام، شیخ اور مؤذنین بھی رہا کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود تم نے ہم مسلمانوں پر حملہ کیا، حالانکہ تمہارے باپ اور دادا کافر ہونے کے باوجود ایسے اعمال سے محترز رہے، انھوں نے جو کچھ عہد کیا تھا، وہ پورا کیا، اور تم نے جو عہد کیا تھا، وہ توڑ دیا، اور جو کچھ کہا تھا، اس کو پورا نہیں کیا، اور بندگانِ خدا پر ظلم کیا۔''

شیخ کمال الدین کہتے ہیں کہ ایسی سخت گفتگو کرنے کے باوجود شیخ بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ واپس آئے۔ تاتاریوں کے ہاتھ میں جو مسلمان قید تھے، ان کی بڑی تعداد ان کی حُسنِ

سفارش سے چھوڑ دی گئی۔ شیخ کہا کرتے تھے کہ غیر اللہ سے تو وہ ڈرے گا جس کے دل میں کوئی بیماری ہے، امام احمد بن حنبل سے کسی نے حکام سے اپنے اندیشہ اور خوف کا اظہار کیا، فرمایا: ''اگر تم تندرست ہوتے تو کسی سے نہ ڈرتے''۔

ایک دوسرے ہمراہی قاضی القضاۃ ابو العباس اتنا اور اضافہ کرتے ہیں:

''اس مجلس میں ابن تیمیہؒ اور ان کے رفقاء کے سامنے کھانا رکھا گیا، اور سب شریک ہو گئے لیکن ابن تیمیہ دست کش رہے، دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں نہیں شرکت کرتے؟ فرمایا کہ یہ کھانا کب جائز ہے؟ یہ تو غریب مسلمانوں کی بھیڑ بکریوں کے گوشت سے تیار کیا گیا ہے، اور لوگوں کے درختوں کی لکڑی کے ایندھن سے پکایا گیا ہے، قازان نے ان سے دعا کی درخواست کی، شیخ نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی کہ خدایا اگر آپ کے نزدیک قازان کا اس جنگ سے مقصد تیرے کلمہ کی بلندی اور جہاد فی سبیل اللہ ہے تو اس کی مدد فرما، اور اگر سلطنت دنیا اور حرص و ہوس ہے تو اس سے تو سمجھ لے، حیرت کی بات یہ ہے کہ شیخ دعا کر رہے تھے، اور قازان آمین کہہ رہا تھا۔ ہمارا حال یہ تھا کہ ہم اپنے کپڑے سمیٹ رہے تھے کہ اب جلاد کو ان کی گردن مارنے کا حکم ہو گا، ان کے خون کی چھینٹیں ہمارے دامن پر کیوں آئیں؟''

ابو العباس کہتے ہیں: ''جب مجلس برخاست ہوئی اور ہم دربار سے باہر آئے تو ہم نے کہا کہ آپ نے تو ہماری ہلاکت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، ہم اب آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے، انھوں نے کہا کہ میں خود تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، چنانچہ ہم لوگ تو روانہ ہو گئے اور وہ ذرا ٹھہر کر واپس ہوئے۔ خوانین و امراء کو جب اس واقعہ کی اطلاع اور ان کی موجودگی کا علم ہوا تو ہر طرف سے انھوں نے ہجوم کیا اور برکت وحسنِ اعتقاد میں چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور وہ اس شان سے دمشق واپس ہوئے کہ تین سو سوار ان کے رکاب میں تھے۔ اس کے مقابلے میں ہم پر یہ گزری کہ ہم راستہ میں تھے کہ ایک گروہ حملہ آور ہوا، اور اس نے ہمارے کپڑے اتار لئے۔''